تحریک جدید کے ماتحت ہماری قربانیاں اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مقابلہ میں بالکل حقیر ہیں

(فرمودہ 5 اپریل 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"مَیں آج کے خطبہ میں جماعت کو تحریک جدید کے چندوں کی وصولی کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ میں کئی بار اچھی طرح یہ امر واضح کر چکا ہوں کہ یہ چندے صرف وقتی تبلیغ پر ہی خرچ نہیں ہوتے بلکہ وہ تبلیغ کے لئے ایک مستقل بنیاد قائم کرنے پر بھی خرچ ہو رہے ہیں۔ واقفینِ زندگی کی ایک جماعت جس میں بہت سے نوجوان علماء میں سے لئے گئے ہیں اور کچھ انگریزی خوان نوجوانوں میں سے تبلیغِ اسلام کے کام کے لئے تیار کی جارہی ہے۔ علماء کو تیار کیا جارہا ہے کہ وہ انگریزی علوم سے واقفیت حاصل کریں اور اس کے ساتھ مذہبی علوم میں بھی زیادہ وسعت پیدا کریں اور انگریزی خوان نوجوانوں کے متعلق یہ کوشش کی جاتی ہے کہ انہوں نے جہاں علوم جدیدہ پڑھے ہیں وہاں وہ دینیات سے بھی اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ اس کام کے علاوہ جو تحریک جدید کے چندوں سے تبلیغ کا دوسرے ذرائع سے ہو رہا ہے یہ حصہ ایسا ہے جو جماعت کو نظر نہیں آتا اور ابھی نظر آ نہیں سکتا کیونکہ یہ حصہ ابھی تیاری میں ہے۔ شاید ایک دو سال کے اندر جب وہ نوجوان تیار ہوں اور ان ضرورتوں کو پورا کریں جو دیر سے محسوس تو

ہو رہی تھیں مگر سامان نہ ہونے کی وجہ سے پوری نہ ہو سکتی تھیں اور بہت اہمیت رکھتی ہیں تو جماعت کو اس کام کا احساس ہو سکے گا۔

اس وقت تک جو مبلغ تیار کئے گئے ان میں اس امر کو مد نظر نہیں رکھا گیا کہ ہم نے ساری دنیا میں تبلیغ کرنی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے کارآمد اور مخلص وجود نکلے ہیں مگر مجھے افسوس ہے کہ باوجود میرے بار بار توجہ دلانے کے جامعہ احمدیہ ایسے طالب علم تیار نہیں کر سکا جو علاوہ مذہبی علوم کے ایسی زبانیں بھی جانتے ہوں جو دنیا میں تبلیغ کے لئے مفید ہو سکیں اور جن کے بغیر ساری دنیا میں تبلیغ نہیں کی جاسکتی۔ اس وقت تک جو مبلغ جامعہ تیار کرتا ہے وہ یا تو عرب میں کام کر سکتے ہیں یا پھر پنجاب اور یوپی میں۔ کیونکہ یہی صوبے ہیں جن میں اردو اچھی طرح بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بھی مثلاً مدراس بنگال، بمبئی اور آسام وغیرہ میں وہ کام نہیں کر سکتے کیونکہ وہاں کے لوگ اردو بہت کم جانتے ہیں۔ اس لئے وہاں ان مبلّغوں کا حلقۂ عمل بہت محدود ہوتا ہے۔ اتنی اردو تو وہ لوگ جانتے ہیں کہ چھوٹی موٹی بات سمجھ سکیں مگر اتنی نہیں کہ تقریریں سمجھ سکیں۔ سمندر کے سفر میں مَیں نے دیکھا ہے کہ بندر گاہوں پر آباد ہندو اور مقامی لوگ بھی ٹوٹی پھوٹی اردو بول اور سمجھ لیتے ہیں مگر اتنی نہیں جانتے کہ اردو میں تقریریں سمجھ لیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مدراس، بنگال، بمبئی، مالابار اور بمبئی کے دوسرے علاقوں کے لوگ جب لیکچرار مانگتے ہیں تو ساتھ یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ انگریزی خوان مبلغ بھیجے جائیں۔ مگر ہم ایسے مبلغ نہیں دے سکتے اس وجہ سے ان علاقوں میں ہماری تبلیغ بہت محدود رہ گئی ہے اور صرف پنجاب اور اس کے ارد گرد کے علاقہ پر ہی زور ہے۔ حالانکہ جس طرح پنجاب میں ایسی روحیں ہیں جو صداقت کے لئے اپنے دل میں تڑپ رکھتی ہیں اسی طرح دوسرے ملکوں اور علاقوں میں بھی ضرور ہیں لیکن ان علاقوں میں جب ہمارے مبلغ جاتے بھی ہیں تو تبلیغ کا دائرہ بہت محدود ہوتا ہے۔

ابھی ایک مبلغ برما میں بھیجا گیا ہے جو جامعہ احمدیہ کا فارغ التحصیل ہے اور وہ مفید کام بھی کر رہا ہے۔ مگر متواتر اپیل پر اپیل آرہی ہے کہ کوئی انگریزی دان مبلغ یہاں بھیجا جائے تو بہت اچھا ہو کیونکہ یہاں ایک بہت بڑا طبقہ انگریزی دانوں کا ہے جن تک موجودہ مبلغ نہیں پہنچ سکتا۔

تو تحریک جدید کے ماتحت یہ ضروری کام بھی کیا جارہا ہے کہ ایسے مبلغ تیار کیے جاتے ہیں جو ساری دنیا میں تبلیغ کا کام کر سکیں۔ بعض علماء ہیں جن کو انگریزی پڑھانے کے علاوہ دینی علوم میں بھی وسعت پیدا کی جارہی ہے اور بعض انگریزی خواں ہیں جن کو عربی پڑھائی جاتی اور دینی علوم سکھائے جاتے ہیں تا وہ دونوں باہم سموئے جائیں اور ہماری ضرورتوں کو پورا کر سکیں ۔اس میں شک نہیں کہ انگریزی کے علاوہ اور بھی بہت سی زبانیں ہیں جن کا سیکھنا تبلیغ کے لئے ضروری ہے اور میری سکیم یہی ہے کہ مختلف زبانیں نوجوانوں کو سکھائی جائیں مگر سرِ دست انگریزی ہی سکھائی جاتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں اسی کے ذریعہ ہمارے لئے تبلیغ کا ایک نیا دروازہ کھل جائے گا اور ایک نیا طبقہ تبلیغ کے لئے ہمارے قریب ہو جائے گا۔ فی الحال اس سکیم کے ماتحت 5، 6 گریجوایٹ اور 10، 12 مولوی فاضل تیار کیے جا رہے ہیں۔ مولوی فاضلوں کو فی الحال انٹرنس کا امتحان دلوایا گیا ہے اور انگریزی میں اس سے زیادہ قابلیت ان کے اندر پیدا کرنے کے سامان بھی کئے جا رہے ہیں۔ ان واقفین میں سے ایک کو لنڈن بھیج کر میں نے انگریزی کی تعلیم دلوائی تھی اور اب اسے افریقہ کے ایک علاقہ میں کام کرنے کے لئے لگایا گیا ہے۔ بظاہر دیکھنے والوں کو تو یہی نظر آرہا ہے کہ پچھلے دو تین سالوں میں نئے مشن نہیں کھولے گئے مگر حقیقت یہی ہے کہ تبلیغ کے لئے ایسے نوجوانوں کا تیار کیا جانا اشد ضروری ہے۔ ابتداء میں ہم نے عارضی طور پر ایسے آدمی لگا لئے تھے جن کو دینی علوم کی واقفیت گہری نہ تھی اور اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اپنے اخلاص کی وجہ سے اور سلسلہ کے اردو لٹریچر کی مدد سے جتنی تبلیغ وہ کر سکتے تھے اتنی کی اور بعض جگہ اس کے عملی نتائج بھی ظاہر ہوئے مگر ان سے غلطیاں بھی ہوئی تھیں۔ مجھے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے بتایا کہ ایک ایسے ہی مبلغ نے کسی مسئلہ میں قیاس کر کے جواب دے دیا جو درحقیقت غلط تھا۔ ان لوگوں سے عارضی کام لیا گیا مگر مستقل طور پر ایسے لوگوں سے کام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ ورنہ مختلف مقامات پر ایسا دین پیدا ہو جاتا جو احمدیت سے بالکل مختلف ہوتا۔ ان لوگوں سے صرف آواز پہنچانے کا کام لے لیا گیا لیکن یہ ہمارا ضروری فرض ہے کہ ایسی جماعت تیار کریں جو دین سے واقف ہو اور باہر جا کر ایسی تعلیم پھیلائے جو احمدیت اور اسلام کی حقیقی تعلیم ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی جماعت تیار کرنے کے لئے

وقت کی ضرورت ہے۔ عام لوگ گھبراتے ہیں کہ کام نہیں ہو رہا۔ بعض لوگ جلدی بازی کے عادی ہوتے ہیں مگر انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض کاموں میں جلد بازی انہیں رحمانی کی بجائے شیطانی بنا دیا کرتی ہے۔ اسی جنگ میں دیکھ لو انگلستان دو سال سے والنٹیر تیار کر رہا تھا مگر اب تک وہ دو دو چار چار ہزار کر کے ہی میدان میں بھیجے جاتے ہیں اور اچھے افسروں کی ٹریننگ کے لئے تین تین چار چار بلکہ پانچ پانچ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ پس اگر ہم بھی تین چار یا پانچ سال لگا کر ایسے علماء کی ایک جماعت تیار کر سکیں جو تین چار یا پانچ سال میں عربی، دینی اور انگریزی علوم سے واقفیت حاصل کر سکیں، دین کے ماہر ہوں اور دین کی تفاصیل سے آگاہ ہوں تو نتیجہ یہ ہو گا کہ بیس پچیس سال کے لئے جماعت کی ضرورت پوری ہو جائے گی اور مبلغین کی ٹریننگ کے لئے ایک ایسی لائن تیار ہو سکے گی کہ جس پر چل کر نئے مبلغ تیار کرنے آسان ہو جائیں گے۔

دوسرا حصہ تحریک جدید کے چندوں کا جیسا کہ میں کئی بار بیان کر چکا ہوں مستقل جائداد پیدا کرنے پر خرچ کیا گیا ہے۔ ایسی زمینیں خریدی گئی ہیں جن کی قیمت قسط وار ادا کی جا رہی ہے اور قسط ہمیں قریباً ستّر ہزار روپیہ سالانہ دینی پڑتی ہے۔ ان جائدادوں کے پیدا کرنے کی غرض یہ ہے کہ تحریک کے عارضی چندہ کو ہم مستقل نہیں کر سکتے اور نہ یہ مستقل طور پر ادا کیا جا سکتا ہے۔ بے شک مستقل کر دینے کی صورت میں بھی بعض مخلصین اسے ادا کرتے رہیں گے لیکن ساری جماعت نہیں کر سکتی۔ اگر ساری جماعت انہیں ادا کرے تو صدر انجمن احمدیہ کے چندوں پر بُرا اثر پڑے گا۔ گو محاسب صاحب اور ناظر صاحب بیت المال تو اَب بھی کہہ رہے ہیں کہ انجمن کے چندوں پر اثر پڑ رہا ہے مگر میں ان کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کیونکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ انجمن کا چندہ اسی طرح بڑھ رہا ہے جس طرح کہ پہلے بڑھتا تھا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اگر ان عارضی چندوں کو مستقل کر دیا گیا تو اس کے نتیجہ میں ایک لمبے عرصہ کے بعد انجمن کے چندوں میں ترقی رُک جائے گی اور ادھر یہ کام ایسا ہے کہ اسے ہم چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ تبلیغ کو کسی وقت بھی بند نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ کوئی ایسا انتظام کر دیا جائے کہ جس سے معمولی اخراجات پورے ہو سکیں اور بجٹ پورا ہوتا رہے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی خاص ضرورت پیش آئی تو چندہ لے لیا ورنہ نہیں۔ کارکنوں کے گزاروں اور دفتری اخراجات کے لئے مستقل آمد سے کام ہوتا رہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اس سے پچاس ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کی آمد ہوتی رہے گی اور اس طرح دفتری اخراجات اور کارکنوں کے گزارہ کے لئے جماعت سے چندہ لینے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اس زمین کی اقساط بیس سال میں ادا ہوں گی لیکن مجھے امید ہے کہ اگر حالات ایسے ہو جائیں کہ زمینداروں کی پیدا کردہ اشیاء کی قیمتیں بڑھ جائیں تو اس تحریک کے عرصہ کے اندر اندر ہی ادا ہو سکتی ہیں۔ بہر حال یہ ایسی مستقل بنیادیں ہیں کہ جن سے تبلیغ کا دروازہ بہت وسیع ہو سکتا ہے اور یہ ایسا مستقل فنڈ ہے کہ جو تبلیغ کے کام کو بڑھانے کے سامان اپنے اندر رکھتا ہے مگر ہم اس کام کو آرام اور فراغت کے ساتھ اُس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ جماعت کے دوست اپنے وعدوں کو پورا نہ کریں اور وعدے پیش کرنے میں دلیری اور جرأت سے کام نہ لیں۔

میں نے مجلس شوریٰ میں یہ بات بیان کی تھی کہ اس سال کے وعدے گزشتہ سال سے کچھ کم ہیں گو وہ 1938ء کی نسبت تو زیادہ ہیں مگر 1939ء کی نسبت سے کم ہیں۔ بے شک ابھی بیرون ہند کی جماعتوں کے سب وعدے نہیں آئے جو کئی ہزار کے ہوتے ہیں مگر ان ہزاروں کو شامل کر کے بھی تین چار ہزار کی کمی رہ جائے گی اور یہ بہت نقص کی بات ہے۔ مومنوں کی جماعت کا ہر قدم آگے ہونا چاہیئے پیچھے نہیں۔ مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ مجلس شوریٰ کے موقع پر میرے اس بیان کے بعد بعض دوست توجہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ عزیزم مرزا مظفر احمد صاحب نے جو میرے بھتیجے اور داماد بھی ہیں خط لکھا ہے کہ آپ جب یہ ذکر کر رہے تھے کہ اِس سال وعدوں میں کچھ کمی ہے تو میرے دل پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے اُسی وقت فیصلہ کیا کہ میں اپنے وعدہ میں اضافہ کروں گا چنانچہ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا چندہ دو سَو کی جگہ اڑھائی سَو کرتا ہوں۔

اس کے علاوہ وعدوں کی ادائیگی میں بھی کسی قدر سستی پائی جاتی ہے۔ ہر سال کچھ نہ کچھ وعدے ادا ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ چندہ طوعی ہے وعدہ کے بعد اس کے ادا نہ ہونے

کے کوئی معنی ہی نہیں سوائے اس کے کہ کسی شخص کے حالات ایسے بدل جائیں کہ وہ ادا کرنے کے قابل نہ رہے۔ ایسا شخص تو معذور ہے اور نادہند نہیں۔ ایسا شخص اگر اطلاع دے دے تو اس کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا جائے گا۔

پھر میں نے یہ بھی بارہا کہا ہے کہ جو شخص نہ دے سکتا ہو وہ معافی لے لے تا نادہندگی کے گناہ سے بچ جائے مگر باوجود اس کے جو نہ تو معافی لیتا ہے اور نہ ادا کرتا ہے وہ خواہ مخواہ گنہگار بنتا ہے۔ دفتر تحریک جدید والے اب ہر ایک کے نام رجسٹری خطوط بھیج رہے ہیں گو میرے خطبہ کی تعمیل انہوں نے بہت دیر سے کی مگر اب یہ خطوط بھیجے جا رہے ہیں تا ہر ایک پر حجت قائم ہو جائے اور بعد میں کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے اطلاع نہ تھی۔ اب بھی ان لوگوں کے لئے موقع ہے کہ جو ادا نہ کر سکتے ہوں وہ معافی لے لیں اس طرح ان کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا جائے گا۔ لیکن جو نہ تو معافی لے اور نہ ادا کرے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ وہ خدا تعالیٰ اور سلسلہ سے کھیل اور تمسخر کرنا چاہتا ہے۔ وہ جھوٹی بڑائی کا خواہشمند ہے، اس کے اندر غرور اور تکبر پایا جاتا ہے اور وہ محض جھوٹی عزت کے لئے اپنا نام لکھوا دیتا ہے۔ ورنہ شروع دن سے ہی اس کا ارادہ ادا کرنے کا نہ تھا۔ ان کے سوا بھی بعض ایسے لوگ ہیں جو ادائیگی میں سستی کرتے ہیں۔ وہ خیال کر لیتے ہیں کہ آخری دن ادا کر دیں گے حالانکہ مومن کو چاہئے کہ پہلے ہی دن ادا کرے یا پھر ہر ماہ کرتا جائے۔ کیا پتہ ہے کہ وہ آخری دن تک زندہ بھی رہے یا نہ رہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں اگست میں ادا کر دوں گا اسے کیا علم کہ وہ اگست تک زندہ بھی رہے گا یا نہیں؟ لیکن جس نے نومبر میں وعدہ لکھوایا اور پھر کچھ دسمبر میں ادا کیا، کچھ جنوری میں، کچھ فروری میں اور بعد میں فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ ادا کرنے والوں میں شمار ہو گا نادہندوں میں نہیں کیونکہ جب تک وہ زندہ رہا برابر ادا کرتا رہا لیکن جو شخص ایک بھی قسط ادا نہیں کرتا وہ اگر فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور دریافت کرے گا کہ تم نے ادائیگی کے لئے کیا تیاری کی تھی؟ پس دوست تحریک جدید کے چندوں کی ادائیگی میں عجلت سے کام لیں اور جو یکمشت ادا نہیں کر سکتے وہ آہستہ آہستہ ادا کرتے جائیں۔ سارے ہی اگر آخری دن ادا کرنے پر رہیں تو ہم زمین کی قسط کہاں سے ادا کر سکتے ہیں؟ یہ قسط مئی میں اد کرنی پڑتی ہے اور

اگر دوست اپنے وعدے ادا نہ کریں تو یہ کہاں سے ادا ہو سکتی ہے؟ اگر وقت پر یہ قسط ادا نہ ہو تو دس روپیہ سینکڑہ جرمانہ ہو جاتا ہے جو گویا بروقت چندہ ادا نہ کرنے والے کی سستی سے ہوًا اور اس صورت میں اس کا سَو روپیہ چندہ خدا تعالیٰ کے ہاں نوّے روپیہ سمجھا جائے گا کیونکہ دس روپیہ جرمانہ اس کی سُستی سے ہوا ہے۔

پس دوست توجہ کریں اور اپنے وعدے جلد پورے کریں اور جو نہیں دے سکتے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی بار بیان کیا ہے اب بھی ان کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ معافی لے لیں اور جو طاقت رکھتے ہیں مگر ادا نہیں کر سکے وہ اپنی اس غلطی کا ازالہ کریں بلکہ کفارہ کے طور پر کچھ زیادہ دیں۔ جو دینے کا وعدہ کر چکے ہیں اور ارادہ رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ ساتھ کے ساتھ کچھ نہ کچھ ادا کرتے جائیں تا سلسلہ کے کام میں نقص نہ واقع ہو۔ میں جانتا ہوں کہ احمدیوں پر بوجھ زیادہ ہیں، ان کی قربانیاں دوسروں سے بڑھی ہوئی ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ان کے لئے جو انعامات مقدر ہیں وہ بھی دوسروں کے لئے نہیں۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ قربانیاں تو ہم کرتے ہیں مگر دنیوی انعام اور آرام و آسائش دوسروں کو حاصل ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ ان قربانیوں کے بدلہ میں ان کو تو خدا ملتا ہے اور دوسروں کو بھیڑ بکریاں۔ رسول کریم ﷺ نے جب مکہ کو فتح کیا تو بہت سے نئے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور اس کے بعد جو جنگ ہوئی اس میں کچھ اموال آئے تو آپؐ نے وہ مکہ کے نَو مسلموں میں تقسیم کر دیئے۔ مدینہ کا ایک نوجوان انصاری اپنی ناسمجھی کی وجہ سے صبر نہ کر سکا اور اس نے کہہ دیا کہ یہ عجیب بات ہے کہ خون تو ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے اور فتح ہماری وجہ سے ہوئی ہے مگر اموال رسول کریم ﷺ نے مکہ والوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بھی خبر پہنچی تو آپ نے انصار کو جمع کیا۔ ان کو بھی علم ہو چکا تھا کہ ایسی رپورٹ آپ کو پہنچ چکی ہے۔ وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے انہوں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ہمیں علم ہے کہ آپ نے ہمیں کیوں بلوایا ہے مگر ہم سب اس نوجوان کی اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا انصار! جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ انصار! تم یہ کہہ سکتے ہو کہ جب محمدؐ کو اس کی قوم نے وطن سے نکال دیا، جب اپنے شہر میں اس پر زندگی تلخ کر دی اس وقت ہم نے اس کے لئے اپنے شہر کے دروازے کھول

دیئے اور اسے یہاں لے آئے۔ پھر ہم اس کے دشمنوں کے ساتھ لڑے اور قربانیاں کرتے رہے حتّٰی کہ فتح حاصل کر لی مگر جب فتح حاصل ہو گئی تو اس نے اموال اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیئے اور ہم خالی ہاتھ رہ گئے۔ آپؐ نے فرمایا اے انصار! بیشک تم یہ کہہ سکتے ہو۔ یہ بات سن کر انصار جو اخلاص و قربانی کا ایک ہی نمونہ تھے بلکہ بعض رنگ میں ان جیسی قربانی کرنے والی کوئی اور قوم ملتی ہی نہیں۔ بے شک مہاجرین نے بھی بڑی قربانیاں کی ہیں مگر وہ قربانی جس کا بدلہ دنیا میں نہیں ملا وہ انصار ہی کی ہے۔ رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی یہ بات سن کر ان کے دلوں کی کیفیت کیا ہو گی یہ ظاہر ہے۔ وہ بے اختیار رونے لگے اور عرض کیا یارسول اللہ! ایک نوجوان کی غلطی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ بات تم کہہ سکتے ہو مگر تم ایک اَور بات بھی کہہ سکتے ہو اور وہ یہ کہ محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مکہ میں پیدا ہوُا اور اس کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ نے مکہ کو عظمت عطا کی مگر مکہ والوں نے اس نعمت کی ناشکری کی اور اس کی ناشکری کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ اسے مکہ سے مدینہ لے گیا اور اس پر اپنے فضلوں کی بارش کی اور وہ اور اس کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے بڑھنے لگے حتّٰی کہ انہوں نے مکہ کو فتح کر لیا۔ پھر مکہ والوں نے یہ امید کی کہ شاید اب ہمارا محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) ہمیں دوبارہ مل جائے گا مگر ہوُا کیا؟ فتح کے بعد مکہ والے تو بھیڑ بکریاں اور اونٹ ہانک کر لے گئے اور انصار خدا تعالیٰ کے رسول کو اپنے ساتھ لے گئے۔ 1

پس میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے آقا محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ دوسرے لوگوں کو تو مال و دولت مل جاتا ہے مگر تم جو قربانیاں کرتے ہو ان کے نتیجہ میں تمہارا خدا تمہیں ملتا ہے اور یہ انعام کوئی معمولی انعام نہیں ہے۔ اپنا اپنا نقطۂ نگاہ ہے جو نادان اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ ان کی قربانیوں کے عوض ان کو دنیوی عزت اور مال و دولت حاصل ہو ان کا کوئی علاج میرے پاس نہیں۔ جس کی روحانی نظر تیز ہے اس کے لئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور پھر اگر دیکھا جائے تو ظاہری لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل ہم پر زیادہ ہو رہے ہیں۔ پہلے سے بہت زیادہ مالدار لوگ اب ہم میں موجود ہیں۔ پہلے سے بہت بڑے عہدیدار ہم میں شامل ہیں اور پہلے سے بہت زیادہ عزت والے لوگ آج ہم میں موجود ہیں۔

پھر غریبوں اور مسکینوں کے لئے جو انتظام یہاں ہیں وہ دنیا میں اور کسی جگہ نہیں۔ اگر کسی کو کوئی شکایت ہے تو وہ محض حسد کی وجہ سے ہے۔ ایک شخص سمجھتا ہے مجھے دس روپے ملنے چاہئیں مگر ملتے صرف دو ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اگر وہ کسی اور جگہ ہوتا تو یہ دو بھی نہ مل سکتے اور حسد کی وجہ سے شکایت کرنے لگتا ہے۔ میں کہتا ہوں دنیا کا کوئی اور ایسا شہر تو بتاؤ جہاں اس طرح لوگوں کے کھانے اور کپڑے کا انتظام ہوتا ہو جیسا یہاں ہوتا ہے۔ کوئی مال دار سے مال دار قوم ایسی نہیں جو غریبوں کی اس طرح پرورش کرتی ہو جیسی ہم کرتے ہیں۔ بے شک ہمارے ذرائع محدود ہیں اس لئے ہم محدود امداد ہی کر سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اسلامی حکومت میں ہر شخص کے لئے کھانے، پہننے اور مکان کا انتظام حکومت کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر خدا تعالیٰ ہمیں فراخی عطا کرے تو ہم بھی ایسا کریں گے مگر بہر حال دوسری قوموں کی نسبت ہماری موجودہ حالت اچھی ہے۔ بعض لوگ نسبت نہیں دیکھتے بلکہ شان کا مقابلہ شان سے کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جس شخص کو دس روپیہ میں آٹھ روپیہ کا مال ملے وہ اچھا ہے یا جسے ایک پیسہ میں دو پیسہ کا مال مل جائے۔ اس کے دس روپیہ میں ایسی نحوست ہے کہ اسے اس میں آٹھ روپیہ کا مال ملتا ہے اور ہمارے ایک پیسہ میں اتنی برکت ہے کہ اس میں دو پیسہ کا مال ملتا ہے۔ بے شک اس کے پاس روپے زیادہ ہیں مگر برکت تو ہمارے مال میں زیادہ ہے۔ جن کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت ہر جہت سے ترقی کر رہے ہیں۔ ہمارے نظام میں بھی بہتری پیدا ہو رہی ہے۔ **اگر ہم قربانی اور ایثار میں ترقی کریں اور تبلیغ کو وسیع کریں تو وہ دن بھی دور نہیں جب حکومت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری ہوگی۔** کیونکہ حاکم لوگ بھی تو آخر ہدایت کے محتاج اور خواہشمند ہیں لیکن اگر اس وقت ہمارے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت نہ ہوئی تو وہ دن برکت والے نہ ہوں گے اور ایک مومن تو اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ مر جائے بہ نسبت اس کے کہ اس کے دل سے خدا تعالیٰ کی محبت کم ہو جائے۔

حضرت ابوذر غفاری رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ایک صحابی تھے ان کو دنیوی مال و دولت سے اس قدر نفرت تھی کہ جب مسلمانوں کو مال بکثرت ملنے لگے تو وہ ہر ایک سے لڑتے تھے کہ تم مال کیوں رکھتے ہو؟ آخر حضرت عثمانؓ نے اُن سے کہا کہ آپ کسی گاؤں میں جا بیٹھیں تا

نہ یہ چیزیں دیکھیں اور نہ لوگوں سے لڑیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو ظاہری شان سے نفرت ہوتی ہے اور وہ صبر و قناعت میں ہی خوش رہتے ہیں۔ مگر کامل مومن کا اصل مقام یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جس حال میں رکھے اُس میں خوش رہے۔ اگر خدا تعالیٰ لاکھوں روپے دے دے تو اس میں خوش رہے اور اگر بھوکا رکھے تو اس حالت میں بھی خوش رہے۔

پس جماعت پر اللہ تعالیٰ کے جو فضل نازل ہو رہے ہیں اور جس مقام پر اس نے ہمیں کھڑا کیا ہے ہم سے جو کام لے رہا ہے اور جو لے گا اس کے پیش نظر کسی بھی قربانی کو بڑا نہ سمجھو۔ ہماری قربانیاں اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مقابلہ میں بالکل حقیر ہیں۔ پس جو دوست اب تک سُستی کرتے رہے ہیں وہ اب چست ہو جائیں اور جو چست ہیں وہ اپنے اندر اور چستی پیدا کریں۔

ضمناً میں یہ بات بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جن دوستوں نے اپنی طاقت اور حیثیت سے کم وعدے کئے ہیں چونکہ چندوں میں کمی ہے اس لئے وہ اگر بڑھا دیں تو زیادہ ثواب پائیں گے۔ عہدیداروں اور دوسرے کام کرنے والوں کو بھی میں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی چستی سے کام کریں۔ ممکن ہے یہ کمی ان کی سستی کی وجہ سے ہو۔ میں یہ بات بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ چونکہ پچھلے دنوں ڈاک دفتر میں جاتی تھی اور میرے پاس خلاصے آتے تھے اس لئے ممکن ہے بعض وعدے نظر انداز ہو گئے ہوں بلکہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ بعض وعدے نظر انداز ہو گئے ہیں اس لئے جن دوستوں کو ان کے وعدے پہنچ جانے کی اطلاع نہ ملی ہو وہ پھر بھیج دیں اور اس طرح ممکن ہے جو کمی ہے وہ ان وعدوں کے مل جانے پر پوری ہو جائے۔"

(الفضل 11 اپریل 1940ء)

---

1 بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف